بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ طلاق ثلاثہ

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مذہب اہل السنت و الجماعت:

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں، بیو ی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ شرعی کے شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ (الھدایہ ج 2ص 355 باب طلاق السنۃ، فتاویٰ عالمگیریہ ج 1 ص 349کتاب الطلاق الباب الاول)

مذہب غیر مقلدین:

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاق ایک شمار ہوتی ہے۔

1: غیر مقلد عا لم نواب صدیق حسن خان تین طلاقوں کے متعلق چا ر اقوال نقل کر تے ہوئے آخری قول یوں لکھتے ہیں:

الرا بع انہ یقع واحدۃ رجعیۃ من غیر فرق بین المدخو ل بھا وغیرھا...وھذا اصح الاقوال. (الروضۃ الندیہ:ج 2ص 50)

تر جمہ :چوتھا قول یہ ہے کہ(تین طلاق دینے سے)ایک طلاق رجعی واقع ہو تی ہے مدخو ل بھا اور غیر مد خول بھا کے فر ق کئے بغیر اور یہی قول تمام اقوال سے صحیح ہے ۔

2: غیر مقلدین کے " شیخ الاسلام " ابو الوفاء ثنا ء اللہ امر تسری اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

" ایک مجلس میں دی ہو ئی تین طلا ق ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہے۔"(فتاویٰ ثنائیہ:ج 2ص 215)

فائدہ:

شیعوں اور مرزائیوں کا مذہب بھی یہی ہے کہ تین طلاق ایک شمار ہوتی ہیں۔ حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

مذہب شیعہ :

1: مشہور شیعی عا لم ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطو سی لکھتے ہیں :

والطلاق الثلاث بلفظ وا حد او فی طہر واحد متفرقاً لا یقع عندناالا وا حدۃ. (المبسوط فی فقہ الامامیہ:ج 5ص 4)

تر جمہ: تین طلا قیں ایک لفظ سے دی گئی ہو ں یا ایک طہر میں علیحدہ علیحدہ دی گئی ہو ں ہما رے نزدیک صرف ایک طلا ق وا قع ہو تی ہے ۔

2: محمد بن علی بن ابرا ہیم المعروف ابن ابی جمہور لکھتے ہیں:

وروی جمیل بن دراج فی صحیحہ عن احدہما علیہما السلام قال: سألتہ عن الذی یطلق فی حا ل طہر فی مجلس واحد ثلاثاً؟قال: ھی واحد ۃ. (عوالی اللآلی العزیزیہ:ج 3ص 378)

تر جمہ:جمیل بن درا ج نے اپنی کتا ب "صحیح" میں امام باقر یا امام صا دق سے روا یت نقل کی ہے کہ میں نے ان سے اس شخص کے با رے میں پوچھا جو اپنی بیوی کو حا لت طہر میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دیتا ہے تو انہو ں نے جوا ب دیا کہ ایک طلاق واقع ہو گی ۔

مذ ہب مرزائیت:

(1) مرزائیوں نے اپنی نام نہاد فقہ" فقہ احمدیہ "کے نا م سے شائع کی ہے جسے نو(9) اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی نے مرتب کیا ہے اس میں دفعہ 35 کی تشریح میں لکھا ہے:

" لہذا فقہ احمدیہ کے نزدیک اگرتین طلاقیں ایک دفعہ ہی دے دی جائیں تو ایک رجعی طلاق متصور ہوگی۔"(فقہ احمد یہ :ص 80)

(2) مرزائیوں کے لاہور گروپ کے سربراہ محمد علی نے اپنی تفسیر بیا ن القر آن میں یو ں لکھا ہے:

" طلاق ایک ہی ہے خواہ سو دفعہ کہے یا تین دفعہ اور خواہ اسے ہر روز کہتا جا ئے یا ہر

"ما ہ میں ایک دفعہ کہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑ تا ۔
(بیان القر آن از محمد علی:ج 1ص 136)

دلائل اہل السنت و الجماعت

﴿قر آ ن مجید﴾

دلیل نمبر 1:

أَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (سورۃ البقرہ :229)﴿

استدلال:

[1]: امام محمد بن اسما عیل البخا ری (م 256ھ) تین طلا ق کے وقوع پر مذکورہ آیت سے استدلال کر تے ہوئے باب قائم فرماتے ہیں:

با ب من اجاز طلاق الثلاث"[وفی نسخۃ :باب من جوز طلاق الثلاث] لقولہ تعالیٰ : "
أَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ." (صحیح البخاری: ج 2 ص 791)

[2]: امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص (م 307ھ) فرماتے ہیں:

قولہ تعا لیٰ : ﴿أَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ یدل علیٰ وقوع الثلاث معاً مع کونہ منہیا عنہا•
(احکام القر آ ن للجصا ص :ج 1 ص 527ذکر الحجاج لایقاع الثلاث معا)

[3]: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصا ری القرطبی (م 671ھ) اس آ یت کی تفسیر کر تے ہو ئے فر ماتے ہیں:

قال علماؤنا واتفق ائمۃ الفتویٰ علیٰ لزوم ایقاع الطلاق الثلاث فی کلمۃ واحدۃ• (الجا مع لاحکا م القر آن:ج 1ص 492)

اعتراض:

آیت میں لفظ"مرتٰن"بمعنی "مرۃ بعد مرۃ" ہے، اس کا معنی اب یوں بنے گا کہ ایک طلاق دی پھر کچھ عرصہ بعد دوسری طلاق بھی دے دی۔ تو یہ آیت متفرق مجالس میں دی گئی طلاق کے متعلق ہے۔ اس سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا درست نہیں۔

جواب:

یہاں "مرتٰن" بمعنی "اثنتان" ہے یعنی طلاق دوبار دینی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (م 1270 ھ) فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی أن معنی مرتان إثنتان(روح المعانی ج 2 ص 135)

....نیز قرآن و حدیث میں کئی ایسی مثالیں ہیں مثلاً

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. (صحیح البخاری ج 1 ص 27 بَاب الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ)

کیا اس کا یہ معنی کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک عضو ایک مجلس میں دھویا اور دوسرا عضو دوسری مجلس میں؟! نہیں، بلکہ ایک ہی مجلس میں دھونا مراد ہے۔

2: عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ. (صحیح البخاری ج 1 ص 346 بَاب الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ)

نیز یہ اصول بھی قابل غور ہے کہ اگر "مرتان" سے افعال کا بیان ہوگا تو اس وقت تعداد زمانی یعنی یکے بعد دیگرے کے معنیٰ میں ہوگا۔کیونکہ دو کلاموں کا ایک وقت میں اجتماع ممکن نہیں ہے۔مثلاً جب کوئی یہ کہے کہ"اَکَلْتُ مَرَّتَیْنِ"تو اس کا لازمی طور پر معنیٰ یہ ہوگا کہ میں نے دوبار کھایا۔اس لئے کہ دو اکل یعنی کھانے کے دو عمل ایک وقت میں نہیں ہو سکتے اور جب "مرتان"سے اعیان یعنی ذات کا بیان ہوگا تو اس وقت یہ"عددین"دو چند اور ڈبل کے معنیٰ میں ہوگا۔کیونکہ دو ذاتوں کا ایک وقت میں اکٹھا ہونا ممکن ہے۔

دلیل نمبر 2:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
آفَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ آ . (سورۃ البقرۃ:230)

استدلال:

[1]: مشہور صحابی اور مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَلَا تَحِلُّ لَہُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًاغَيْرَہُ۔ (السنن الکبری للبیہقی: ج 7ص 376 باب نکاح المطلقۃ ثلاثا)

[2]: مشہور فقیہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”وَالْقُرْآنُ یَدُلُّ۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ۔عَلٰی اَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَۃً لَّہُ دَخَلَ بِھَا اَوْلَمْ یَدْخُلْ بِھَاثَلَاثًالَمْ تَحِلَّ لَہُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَہُ“
(کتاب الام للامام محمد بن ادریس الشافعی: ج 2ص 1939)

فائدہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے الفاظ ”ثلاثاً“ بیان فرمائےہیں کہ اگر خاوند نے تین طلاقیں دی ہوں تو تینوں واقع ہوں گی، یاد رہے ”یہ لفظ“ثلاثا“ ہے نہ کہ ”ثالثۃ

[3]: **علامہ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**
قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ فَهٰذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلاثِ مَجْمُوعَةً وَمُفَرَّقَةً، وَلا يَجُوزُ أَنْ يُخَصَّ بِهَذِهِ الآيَةِ بَعْضُ ذَلِكَ دُونَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ.. (المحلی لابن حزم: ج 9 ص 394 کتاب الطلاق مسألۃ 1945)
کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ ان تین طلاقوں پربھی صادق آتا ہے جو اکٹھی ہوں اور ان پر بھی سچا آتا ہے جو متفرق طور پر ہوں، اور بغیر کسی نص کے اس آیت کو تین اکٹھی طلاقوں کو چھوڑ کر صرف متفرق کے ساتھ مخصوص کر دینا صحیح نہیں ہے۔

اعتراض:

” فان طلقھا“کے عموم سے اکڈھی تین طلاقیں خارج ہیں کیونکہ شریعت میں اس طرح مجموعی طلاق دینا منع ہے۔تو جو طلاق ممنوع ہے وہ واقع کیسے ہوگی؟اس سے شریعت کی ممانعت کا کوئی معنیٰ نہ رہے گا۔

جواب:

یہاں دو چیزیں ہیں۔ 1: جواز 2: نفاذ

تین طلاقیں اکڈھی دینا جائز تو نہیں لیکن نافذ ہو جاتی ہیں، جواز اور ہے اور نفاذ اور۔ مثلاً حیض کی حالت میں طلاق دینا ممنوع اور ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے دے دی تو نافذ ہوجاتی ہے۔ (دیکھیےصحیح البخاری: ج 2 ص 790)

دلیل نمبر 3:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا.
(سورۃ الطلاق:1)

استدلال:

[1]: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت سے تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرتے ہیں:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا. قَالَ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ.

ثُمَّ قَالَ يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحَمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللَّهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) فِى قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ. (سنن ابی داؤد: ج 1 ص 315 باب نسخ المراجعۃ بعد التطليقات الثلاث، السنن الكبرىٰ للبيهقى: ج 7ص 331 باب الِاخْتِيَارُ لِلزَّوْجِ أَنْ لاَ يُطَلِّقَ إِلاَّ وَاحِدَةً)

قال الحافظ ابن حجر: اسناده صحيح. (تعليق المغنى : ص 430 بحوالہ عمدۃ الاثاث: 72)

قال الالبانی: صحيح. (سنن ابی داؤد باحکام الالبانی: تحت ح 2199)

[2]: امام نووی (م 676ھ) اس آیت سے جمہور کے استدلال کو یوں نقل کرتے ہیں:

واحتج الجمهور بقوله تعالى وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا قالوا معناه أن المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لا تقع لم يقع طلاقه هذا الا رجعيا فلا يندم.

(شرح النووی علی صحيح مسلم: ج 1 ص 478)

احا دیث مبا رکہ

احا دیث مرفوعہ:

دلیل نمبر 1:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ امْرَأَتَہُ ثَلٰثاً فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ؟ قَالَ:لَاحَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَتَھَا کَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ•

صحيح البخاری ج 2ص 791باب من اجاز طلاق الثلاث، صحيح مسلم ج 1 ص 463 باب لا تحل المطلقۃ ثلاثا) لمطلقها ،السنن الکبری للبيهقی ج 7 ص 334 باب ما جاء فی امضاء الطلاق الثلاث و ان کن مجموعات)

استدلال:

1:امام بخاری ،امام مسلم (کی "الصحیح" پر امام نووی) اور امام بیہقی رحمہم اللہ کا باب باندھنا

2: حا فظ ابن حجر عسقلا نی (م 852ھ) اور علامہ بدر الدین عینی (م 855ھ) لکھتے ہیں:

فا لتمسک بظا ہر قولہ طلقها ثلاثاً فا نہ ظا ہر فی کو نہا مجموعۃ. (فتح الباری لا بن حجر :ج 9ص 455، عمدۃ القاری: ج 14ص 241)

کہ امام بخاری کا استدلال(کہ تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں) اس روا یت کے الفا ظ "طلقها ثلاثاً" سے ہے کیو ں کہ یہ الفاظ اس بارے میں بالکل ظاہر ہیں کہ اس شخص نے تین طلا قیں اکٹھی دی تھیں۔

دلیل نمبر 2:

عَنِ ابْنِ شِہَابٍ اَنَّ سَہْلَ بْنَ سَعْدٍ السَاعِدِیَّ اَخْبَرَہُ......قَالَ عُوَیْمَرُرَضِیَ اللہُ عَنْہُ کَذَبْتُ عَلَیْہَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنْ اَمْسَکْتُھَا فَطَلَّقَھَا ثَلاَ ثًا قَبْلَ اَنْ یَّاْمُرَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ (وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوُدَ)قَالَ:فَطَلَّقَھَاثَلاَثَ تَطْلِیْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَاَنْفَذَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ.

صحيح البخاری ج 2ص 791 باب من اجاز طلاق الثلاث، سنن ابی داؤد ج 1ص 324 باب فی اللعان،صحيح) مسلم ج 1 ص 488،489: کتا ب اللعا ن ، سنن النسائی :ج 2ص 107 کتا ب الطلاق باب بدء اللعا ن جا مع الترمذی :ج 1ص 226،227ابواب الطلاق واللعا ن،باب ماجا ء فی اللعا ن)

فائدہ: سنن ابی داؤد والی روایت کو غیر مقلد عالم ناصر الدین البانی صاحب نے "صحیح" کہا ہے۔ (تحت حدیث 2250)

استدلال:

1: امام بخاری رحمہ اللہ کا باب باندھنا

2: امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی یہ روایت "فَاَنْفَذَ ہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم".

دلیل نمبر 3:

عَنْ مَحْمُودَ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَقْتُلُهُ.

(سنن النسائی. ج 2 ص 99 باب الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ)

تحقیق السند :

قال ابن القیم: اسنادہ علی شرط مسلم۔(زاد المعاد ج 5ص 24 فصل فی حکمہ ﷺ فیمن طلق ثلاثا):1

قال العلامۃ الماردینی: وقد ورد في هذا الباب حديث صحيح صريح فاخرج النسائي في باب :2 الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ بسند صحيح عن محمود بن لبيد. (الجوہر النقی علی البیہقی ج 7 ص 333 باب الاختیار للزوج ان لا یطلق الا واحدۃ)

قال ابن حجر:رواتہ مؤثقون۔(بلوغ المرام ص 442):3

قال ابن کثیر: اسنادہ جید. (بحوالہ نیل الاوطار ج 6ص 240، باب ما جاء في طلاق البتة وجمع الثلاث :4 واختيار تفريقها)

استدلال:

1: آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا اکٹھی تین طلاق دینے کی خبر سن کرسخت غصہ کا اظہار فرمانا تین طلاق کے واقع ہونےکی مستقل دلیل ہے کیونکہ اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں اور خاوند کورجوع کا حق باقی رہتا تو شدید غصہ کی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم یہ فرما دیتے کہ ایک طلاق ہوئی ہے، تم رجوع کر لو۔

2: اگر تین طلاق واقع نہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم ضرور ان کو رد فرما دیتے اور صراحت فرما دیتے کہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوئی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا رد فرمانا کہیں منقول نہیں جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن العربی فرماتے ہیں:

• إن فيه التصريح بأن الرجل طلق ثلاثا مجموعة ولم يرده النبي صلى الله عليه و سلم بل امضاه (فتح الباری: ج 9 ص 451 باب من جوز طلاق الثلاث)

3: امام نسائی رحمہ اللہ کا "الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ" کے عنوان سے باب باندھنا ۔

دلیل نمبر 4:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ نَاعَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِیَ حَائِضٌ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُتْبِعَهَا بِتَطْلِيقَتَيْنِ أُخْرَاوَيْنِ عِنْدَ الْقُرْئَيْنِ الْبَاقِيَيْنِ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : يَا ابْنَ عُمَرَ مَا هَكَذَا أَمَرَ اللَّهُ إِنَّكَ قَدْ أَخْطَأْتَ السُّنَّةَ وَالسُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرَ فَتُطَلِّقَ لِكُلِّ قَرْءٍ. قَالَ : فَأَمَرَنِی رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَرَاجَعْتُهَا ثُمَّ قَالَ:« إِذَا هِیَ طَهُرَتْ فَطَلِّقْ عِنْدَ ذَلِكَ أَوْ أَمْسِكْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ !رَأَیْتَ لَوْاَنِّی طَلَّقْتُهَاثَلَاثاً کَانَ يَحِلُّ لِی أَنْ أُرَاجِعَهَا؟قَالَ لَاکَانَتْ تَبِيْنُ مِنْکَ وَتَکُوْنُ مَعْصِيَۃً• (سنن الدارقطنی: ص 652 حدیث نمبر 3929)

تحقیق السند:

1: علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهذا إسناد قوي . (تنقیح کتاب التحقیق فی احادیث التعلیق للذہبی: ج 2 ص 205)

2: یہ حدیث امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کی ہے، جس کے متعلق علامہ نور الدین الہیثمی لکھتے ہیں:

.رواه الطبراني وفيه علي بن سعيد الرازي قال الدارقطني : ليس بذاك وعظمه غيره وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائدج 4 ص 618 باب طلاق السنۃ وکیف الطلاق)

علامہ ہیثمی نے اس روایت کے راویوں کو ثقہ کہا ہے البتہ "علی بن سعید الرازی" کے متعلق امام دار قطنی کا جو قول نقل کیا ہے اس کی فنی حیثیت جاننے کے لیے علامہ شمس الدین ذہبی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں، علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

حافظ رحال جوال . قال الدارقطني: ليس بذاك. تفرد بأشياء. قلت: سمع جبارة بن المغلس، وعبد الاعلی بن حماد. روى عنه الطبراني، والحسن بن رشيق، والناس. قال ابن يونس: كان يفهم

ویحفظ. (میزان الاعتدال: ج 3 ص 143رقم الترجمۃ 5553)

حافظ ابن حجر عسقلانی اسی راوی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال مسلمة بن قاسم.. وكان ثقة عالما بالحديث. (لسان المیزان ج 4 ص 231 رقم الترجمہ 615)

اس سے معلوم ہوا کہ امام دار قطنی کے علاوہ کسی اور نے ان علی بن سعید الرازی کے بارے میں کلام نہیں کیا اور دارقطنی کا یہ کلام بھی نرم الفاظ میں ہے بڑے درجہ کا کلام نہیں ہے جسے علامہ ذہبی نے تفرد اور انفرادی رائے قرار دیا ہے اور اس راوی کو "حافظ" فرما کر اس کی توثیق کی۔ مزید یہ کہ اسرائیل بن یونس نے بھی ان کو "ثقہ" قرار دیا ہے اور مسلمہ بن قاسم نے بھی ان کو "ثقہ" قرار دیا ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اس روایت کی یہ سند بھی صحیح ہے۔ اس روایت کی صحت کی مزید تائید حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ:

فكان ابن عمر إذا سئل عن الرجل يطلق امرأته وهي حائض يقول ......أما أنت طلقتها ثلاثا فقد عصيت ربك فيما أمرك به من طلاق امرأتك وبانت منك. (صحیح مسلم ج 1ص 476 باب تحریم طلاق الحائض)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ بات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ و سلم ہی سے سنی تھی کیونکہ یہ ویسے الفاظ ہیں جیسے دارقطنی اور طبرانی کی مرفوع روایت میں ہیں۔

دلیل نمبر 5:

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ الْخَثْعَمِيَّةُ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا أُصِيبَ عَلِيٌّ وَبُويِعَ الْحَسَنُ بِالْخِلَافَةِ قَالَتْ : لِتَهْنِئْكَ الْخِلَافَةُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ : يُقْتَلُ عَلِيٌّ وَ تُظْهِرِينَ الشَّمَاتَةَ اذْهَبِي فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا قَالَ: فَتَلَفَّعَتْ نِسَاجَهَا وَقَعَدَتْ حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتَهَا وَبَعَثَ إِلَيْهَا بِعَشْرَةِ آلَافٍ مُتْعَةً وَ بَقِيَّةٍ بَقِيَ لَهَا مِنْ صَدَاقِهَا فَقَالَتْ : مَتَاعٌ قَلِيلٌ مِنْ حَبِيبٍ مُفَارِقٍ فَلَمَّا بَلَغَهُ قَوْلُهَا بَكَى وَقَالَ لَوْلَاأَنِّي سَمِعْتُ جَدِّيْ أَوْحَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ جَدِّيْ يَقُوْلُ أَيُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثاً مُبْهَمَةً أَوْثَلَاثاً عِنْدَ الْاِقْرَاءِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ لَرَاجَعْتُهَا.

(سنن الدارقطنی ج 651 حدیث نمبر 3927 کتاب الطلاق و الخلع و الطلاق)

فائدہ:

بعض الناس نے اس روایت کے تین راویوں پر جرح کرتے ہوئے اس روایت کو ضعیف ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ ان تین راویوں کے بارے میں تحقیقی بات عرض ہے کہ ان پر بعض محدثین کی صرف جرح نہیں ہے بلکہ کئی جید ائمہ محدثین نے ان کی تعدیل و توثیق بھی فرمائی ہے۔ ذیل میں ہم ان کے بارے میں ائمہ کی تعدیل و توثیق پیش کرتے ہیں۔

(1) محمد بن حمید الرازی

آپ ابوداؤد ،ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں ۔ (تہذیب التہذیب: ج 5ص 547)

اگرچہ بعض محدثین سے جرح منقول ہے لیکن بہت سے جلیل القدر ائمہ محدثین نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح بھی فرمائی ہے مثلاً:

1: امام فضل بن دکین (م 218ھ): عَدَّلَہٗ. (تاریخ بغداد: ج 2 ص 74)

2: امام یحییٰ بن معین (م 233ھ): ثقۃ ،لیس بہ باس، رازی کیس.(تاریخ بغداد: ج 2 ص 74، تہذیب الکمال للمزی: ج 8ص 652)

3: امام احمدبن حنبل (م 241ھ):وثقہ (طبقات الحفاظ للسیوطی ج 1ص 40)

وقال ایضاً: لایزال با لری علم مادام محمد بن حمید حیاً. (تہذیب الکمال للمزی : ج 8ص 652)

4: امام محمد بن یحییٰ الذہلی (م 258ھ): عَدَّلَہٗ. (تاریخ بغداد: ج 2 ص 73)

5: امام ابو زرعہ الرازی (م 263ھ): عَدَّلَہٗ. (تاریخ بغداد: ج 2 ص 73)

6: امام محمد بن اسحاق الصاغانی (م 271ھ): عَدَّلَہٗ. (سیر اعلام النبلاء: ج 8 ص 293)

7: امام جعفر بن ابی عثمان الطیالسی (م 282ھ): ثقۃ. (تہذیب الکمال : ج 8ص 653)

8: امام ابو نعیم عبد الملک بن محمدبن عدی الجرجانی(م 323ھ): لان ابنَ حمیدٍ من حفاظِ اہلِ الحدیثِ. (تاریخ بغداد: ج 2 ص 73)

9: امام الدار قطنی (م 385ھ): اسنادہ حسن. [و فیہ محمد بن حمید الرازی]. (سنن الدار قطنی: ص 27 رقم الحدیث 27)

10: امام خلیل بن عبد اللہ بن احمد الخلیلی (م 446ھ): کان حافظاً عالماً بھذا الشان، رضیہ احمد و یحیٰی. (تہذیب التہذیب: ج 5 ص 550)

11: علامہ شمس الدین ذہبی (م 748ھ): العلّامۃ، الحافِظ الکبِیر. (سیر اعلام النبلاء: ج 8 ص 292)
وقال ایضاً: الحافظ و کان من اوعیۃ العلم. (العبر فی خبر من غبر: ج 1 ص 223)

12: علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (807): "وفی اسناد بزار محمد بن حمید الرازی وھو ثقۃ.(مجمع الزوائد: ج 9ص 475)

13: حافظ ابن حجر (م 852ھ): حافظ ضعیف و کان ابن مَعین حسنَ الرای فیہ. (تقریب التہذیب : ص 505)

14: علامہ جلال الدین سیوطی (م 911ھ): وثقہ احمد و یحیٰی و غیر واحد. (طبقات الحفاظ للسیوطی: ص 216 رقم 479)

15: امام احمد بن عبد اللہ الخزرجی (م 923ھ): الحافظ، و کان ابن مَعین حسنَ الرای فیہ. (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی: ص 333)

سلمہ بن الفضل (2)

1: امام یحیی بن معین:ثقہ
وقال ایضاً: لا باس بہ ("لا باس بہ" کلمہ توثیق ہے)

2: علامہ ابن سعد : ثقۃ، صدوق

3: امام ابن عدی: عنده غرائب وافراد ولم أجد في حديثه حديثا قد جاوز الحد في الانكار وأحاديثه متقاربة محتملة [ان کی حدیث میں غرائب اور افراد تو ہیں لیکن میں نے ان کی کوئی حدیث ایسی نہیں دیکھی جو انکار کی حد تک پہنچی ہو، ان کی حدیثیں متقارب اور قابل برداشت (یعنی قابل قبول)ہیں۔]

4: امام ابن حبان: ذکرہ فی الثقات

5: امام ابو داؤد: ثقۃ

6: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لا أعلم إلا خيرا. (یہ تمام اقوال تہذیب التہذیب ج 2ص 752 رقم 2938 سے لیے گئے ہیں)

عمرو بن ابی قیس (3)

1-5: امام بخاری نے تعلیق میں ان سے روایت کیا ہے اور امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔
(تہذیب التہذیب: ج 5ص 83 رقم 6007)

6: امام ابن حبان : ذکرہ فی الثقات (کتاب الثقات: رقم الترجمۃ 9766)

7: امام عبدا لصمد بن عبد العزیز المقری: (قال) دخل الرازيون على الثوري فسألوه الحديث فقال: أليس عندكم الازرق ؟ يعني عمرو بن أبي قيس. (الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج 6 ص 333 رقم 1409)

8: امام ابو داؤد: في حديثه خطأ (وقال فی موضع آخر) لا بأس به. (تہذیب التہذیب: ج 5 ص 84 رقم 6007)

9: امام عثمان بن ابی شیبہ : لا بأس به (تہذیب التہذیب: ایضاً)

10: امام ابو بکر البزار: مستقیم الحدیث (تہذیب التہذیب: ایضاً)

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی کی ثقاہت و ضعف میں اختلاف ہو تو اس کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے، قواعد فی علوم الحدیث میں ہے:

اذا کان رواۃ اسناد الحدیث ثقات وفیھم من اختلف فیہ: اسنادہ حسن، او مستقیم او لا باس بہ.

قواعد فی علوم الحدیث: ص 75 نقلاً عن مقدمۃ الترغیب و الترہیب و نصب الرایۃ و التعقبات للسیوطی و تہذیب التہذیب تحت ترجمہ عبد اللہ بن صالح)

لہذا اصولی طور پر یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ علامہ ہیثمی نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا:

و فی رجالہ ضعف و قد وثقوا• (مجمع الزوائد ج 4ص 625 باب متعۃ الطلاق)

گویا علامہ ہیثمی بھی اسی اصول کے تحت اس روایت کو حسن درجہ کا فرما رہے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

ائمہ محدثین کی آراء اور اصولیین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت حسن درجہ سے کم نہیں۔ بالفرض اس روایت میں کچھ ضعف بھی ہو تو جمہور ائمہ کے تعامل اور اجماع سے یہ حدیث صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

وإذا ورد حديث مرسل أو في أحد ناقليه ضعيف فوجدنا ذلك الحديث مجمعا على أخذه والقول به علمنا يقينا أنه حديث صحيح لا شك فيه. (توجیہ النظر الی اصول الاثر:ج 1 ص 141)

کہ جب کوئی مرسل روایت ہو یا کوئی ایسی روایت ہو جس کے راویوں میں سے کسی میں کوئی ضعف ہو لیکن اس حدیث کو لینے اور اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اجماع واقع ہو چکا ہو تو ہم یقینا یہ جان لیں گے کہ یہ حدیث "صحیح" ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

چونکہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع ہے (جیسا کہ اس پر عنقریب حوالہ جات پیش کیے جائیں گے) اس لیے اگر اس حدیث کے کسی راوی میں ضعف بھی ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، ایسی حدیث صحیح شمار ہو گی۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ زاہد بن الحسن الکوثری نے حافظ ابن رجب الحنبلی سے اس روایت کے متعلق تصحیح نقل کی ہے کہ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں:

اسنادہ صحیح• (الاشفاق للکوثری ص 38)

لہذا البانی صاحب وغیرہ کا اس تصحیح کو نہ ماننا اور علامہ کوثری پر بلاوجہ طعن کرنا یقینا غلط اور محدثین کے مذکورہ اصولوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

احادیث موقوفہ

دلیل نمبر 1:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ اِذَااُتِى بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَہٗ ثَلَاثاً فِى مَجْلِسٍ أَوْجَعَہٗ ضَرْباً وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 9ص 519 باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا۔ رقم الحدیث 18089)

اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات.

دلیل نمبر 2:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ : أَنَّ بَطَّالاً كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَطَلَّقَ امْرَأَتَهُ أَلْفًا فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللہُ عَنْهُ فَقَالَ : إِنَّمَا كُنْتُ أَلْعَبُ فَعَلَاهُ عُمَرُ رَضِىَ اللہُ عَنْهُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ : إِنْ كَانَ لَيَكْفِيكَ ثَلَاثٌ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 7 ص 334 باب ما جاء فی امضاء ا لطلاق الثلاث)

اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات.

دلیل نمبر 3:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي تِحْيِى قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُثْمَانَ فَقَالَ : إِنِّي طَلَّقْت امْرَأَتِي مِاۃً ، قَالَ : ثَلَاثٌ يُحَرِّمْنَهَا عَلَيْك ، وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُونَ عُدْوَانٌ. (مصنف ابن ابی شیبہ :ج 9ص 522باب ما جا ء یطلق امرأتہ مائۃ او الف فی قول وا حد۔رقم 18104)

اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات.

تنبیہ: بعض نسخوں میں معاویہ بن ابی تحییٰ کے والد کا نام "ابی تحییٰ" کے بجائے "ابی یحیی" (یا کے ساتھ) لکھا گیا ہے لیکن امیر الحافظ نے "ابی تحیی" (تا کے ساتھ) ضبط کیا ہے۔ (الاکمال لابن ماکولا: ج 1 ص 507) اور شیخ عوامہ کے طرز بیان سے بھی اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ (حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ: ج 9 ص 522)

دلیل نمبر 4:

عن علقمة قال جاء رجل إلى بن مسعود فقال إني طلقت امرأتي تسعة وتسعين وإني سألت فقيل لي قد بانت مني فقال بن مسعود لقد أحبوا أن يفرقوا بينك وبينها قال فما تقول رحمك الله - فظن أنه سيرخص له - فقال ثلاث تبينها منك وسائرها عدوان.

(مصنف عبدالرزاق: ج 6 ص 307 رقم 11387 باب المطلق ثلاثا ،سنن سعيد بن منصور: ج 1 ص 261 كتاب الطلاق باب التعدى فى الطلاق رقم 1963)

اسناده صحیح علی شرط البخاری و مسلم

دلیل نمبر 5:

عن سالم عن بن عمر قال من طلق امرأته ثلاثا طلقت وعصى ربه.

(مصنف عبدالرزاق: ج 6 ص 307 رقم 11388 باب المطلق ثلاثاً)

اسناده صحیح علی شرط الشیخین.

عَنْ نَافِعٍ قَالَ : قَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا ، فَقَدْ عَصَى رَبَّهُ ، وَبَانَتْ مِنْهُ (فی روایۃ) امْرَأَتُهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 9 ص 520 باب من کرہ ان یطلق الر جل امراتہ ثلاثاًفی مقعد واحد. رقم 18091)

دلیل نمبر 6:

عن انس بن مالک فیمن طلق امراتہ ثلاثاً قبل ان یدخل بھا قال لا تحل لہ حتیٰ تنکح غیرہو فی روایۃ ھی ثلاث.

(سنن سعید بن منصور :ج 1ص 264 رقم الحدیث 1974، 1973 ،مصنف عبدالرزاق: ج 6 ص 261 ،269 باب طلاق البکر)

اسناده صحیح علی شر ط البخاری و مسلم.

دلیل نمبر 7:

عَنْ وَاقِعِ بْنِ سَحْبَانَ قَالَ : سُئِلَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا فِي مَجْلِسٍ ؟ قَالَ : أَثِمَ بِرَبِّهِ ،وَحُرِّمَتْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ : ج 9 ص 519 **من کرہ ان یطلق الرجل امراتہ ثلاثا فی مقعد واحد واجاز ذلک علیہ. رقم 18087**)

اسناده صحیح و رواتہ ثقات.

دلیل نمبر 8:

عن نعمان بن أبي عياش قال سأل رجل عطاء بن يسار عن الرجل يطلق البكر ثلاثا فقال إنما طلاق البكر واحدة فقال له عبد الله بن عمرو بن العاص أنت قاص الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجا غيره

(مصنف عبدالرزاق: ج 6 ص 262رقم الحدیث 11118 باب الطلاق البکر ،مؤطا امام مالک: ص 521 باب الطلاق البکر ، سنن سعید بن منصور: ج 1 ص 264رقم الحدیث 1975 باب التعدی فی الطلاق)

اسناده صحیح علی شرط البخاری و مسلم ۔

دلیل نمبر 9:

مالک عن یحیی بن سعید عن بکیر بن عبد اللہ بن الاشجع انہ اخبرہ عن معاویۃ بن ابی عیاش الانصاری انہ کان جالسا مع عبد اللہ بن الزبیر و عاصم بن عمرقال فجاءھما محمد بن ایاس بن البکیر فقال ان رجلا من اھل البادیۃ طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا فما ذا تریان فقال عبد اللہ بن الزبیر ان ھذا الامر ما بلغ لنا فیہ قول فاذھب الی ابن عباس و ابی ہریرۃفانی ترکتھما عند عائشۃفسلھما ثم ائتنا فذھب فسئلھما فقال ابن عباس لا بی ھریرۃ افتہ یا ابا ھریرۃ فقد جآ ء تک معضلۃ فقال ابو ھریرۃ الواحدہ تبینھا والثلاث تحرمھا حتی تنکح زوجاًغیرہ وقال ابن عباس مثل ذلک

(مؤطا امام مالک: ص 521 باب طلاق البکرومؤطا امام محمد: ص 263 باب الرجل یطلق امراتہ ثلاثاً قبل ان یدخل بھا ،مصنف عبد الرزاق: ج 6 ص 262رقم الحدیث 11115 باب طلاق البکر)

اسناده صحیح علی شرط البخاری و مسلم.

دلیل نمبر 10:

عن الحکم أن علیا وبن مسعود وزید بن ثابت قالوا إذا طلق البکر ثلاثا فجمعها لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره فإن فرقها بانت بالأولی ولم تکن الأخریین شیئا.

مصنف عبد الرزاق :ج 6 ص 264 رقم الحدیث 11127 باب طلاق البکر ، سنن سعید بن منصور: ج 1 ص 266) (باب التعدی فی الطلاق رقم الحدیث 1080، المحلی بالآثار لابن حزم: ج 9 ص 498 ،497 کتاب الطلاق

اسناده صحیح علی شرط البخاری و مسلم.

دلیل نمبر 11:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، قَالَ : حدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَر .(ح) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ بُكَيْرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَابْنِ عَبَّاسٍ ، وَعَائِشَةَ ؛ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا ، قَالُوا : لاَ تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

مصنف ابن ابی شیبہ :ج 9 ص 536باب فی الرجل یتزوج المرأۃ ثم یطلقها ثلاثا قبل ان یدخل بها. رقم 18159)

اسناده صحیح علی شر ط البخا ری ومسلم.

احادیث مقطوعہ

دلیل نمبر 1:

عن ابرا ہیم فی الرجل یقول لامرأتہ انت طالق ثلاث قبل ان یدخل بھا قال ان اخرجھن جمیعاً لم تحل لہ فاذا اخرجھن تتری بانت باولیٰ والثنتان لیستا بشئی "۔ (سنن سعید بن منصور :ج 1ص 266،رقم 1980 باب التعدی فی الطلاق، مصنف عبد الرزاق :ج 6ص 261)

اسناده صحیح علی شر ط البخا ری ومسلم .

دلیل نمبر 2:

عن ابن المسیب اذا طلق الرجل البکر ثلاثاً فلا تحل لہ حتیٰ تنکح زوجاً غیره.

(مصنف عبد الرزاق:ج 6:ص 261رقم الحدیث 11110باب طلاق البکر)

اسناده صحیح علی شر ط البخا ری ومسلم.

دلیل نمبر 3:

عَنِ الزُّهْرِيِّ ؛ فِي رَجُلٍ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا جَمِيعًا ، قَالَ : إِنَّ فَعَلَ فَقَدْ عَصَى رَبَّهُ ، وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ:ج 9ص 520 باب من کره ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاث. رقم 18092)

اسناده صحیح علی شر ط البخا ری ومسلم.

دلیل نمبر 4:

عن الحسن انہ قال فی من طلق امرأتہ ثلا ثاً قبل ان ید خل بھا قال رغم انفہ بلغ حده حتیٰ تنکح زوجا ً غیره

(سنن سعید بن منصور :ج 1ص 267 رقم الحدیث 1088باب التعدی فی الطلاق)

اسناده صحیح علی شر ط البخا ری ومسلم.

دلیل نمبر 5:

عن الشعبی قال فی الرجل یطلق البکر ثلا ثاً جمیعا ً فلم ید خل بھا قال لا تحل لہ حتیٰ تنکح زوجاً غیره فا ن (قال) انت طا لق ، انت طالق، فقد بانت بالاولیٰ لیخطبھا.

(مصنف عبد الرزاق :ج 6ص 264 باب طلاق البکر)

اسناده صحیح علی شر ط البخا ری ومسلم.

اجماع امت

[۱]: امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص (م 307ھ):
فالکتاب والسنة وإجماع السلف توجب إیقاع الثلاث معا.
(احکام القرآن للجصاص: ج 1 ص 527ذکر الحجاج لایقاع الثلاث معا)

[۲]: امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر (م 319ھ):
وَأَجْمَعُوْا عَلٰی أَنَّ الرَّجُلَ اِذَا طَلَّقَ اِمْرَأَتَہٗ ثَلاَ ثًا أَنَّھَالَاتَحِلُّ لَہٗ اِلَّابَعْدَ زَوْجٍ عَلٰی مَاجَاءَ بِہٖ حَدِیْثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ•
(کتاب الاجماع لابن المنذر ص 92)

[۳]: امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (م 321ھ):
مَنْ طَلَّقَ اِمْرَأَتَہٗ ثَلَاثاً فَاَوْقَعَ کُلاًّفِیْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لَزِمَہٗ مِنْ ذٰلِکَ.... فَخَاطَبَ عُمَرُبِذٰلِکَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَفِیْہِمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الَّذِیْنَ قَدْعَلِمُوْامَاتَقَدَّمَ مِنْ ذٰلِکَ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَلَمْ یُنْکِرْہُ عَلَیْہِ مِنْھُمْ مُنْکِرٌوَلَمْ یَدْفَعْہُ دَافِعٌ• (سنن الطحاوی ج 2ص 34باب الرجل یطلق امرأتہ ثلاثاً معا،ونحوہ فی مسلم ج 1 ص 477)

[۴]: امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک المعروف بابن بطال (م 449ھ):
اتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع طلاق الثلاث في كلمة واحدة... والخلاف في ذلك شذوذ وإنما تعلق به أهل البدع ومن لا يُلتفتُ إليه لشذوذه عن الجماعة. (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری:ج 9 ص 390 باب من اجاز طلاق الثلاث)

[۵]: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م 852ھ):
فالراجح في الموضعين تحريم المتعة وايقاع الثلاث للاجماع الذي انعقد في عهد عمر على ذلك ولا يحفظ أن أحدا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما... فالمخالف بعد هذا الإجماع منابذ له والجمهور على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق. (فتح الباری: ج 9 ص 453 باب من جوز طلاق الثلاث)

[۶]: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م 1225ھ):
اَجْمَعُوْاعَلٰی اَنَّہٗ مَنْ قَالَ لِاِمْرَأَتِہٖ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثاً یَقَعُ ثَلَاثٌ بِالْاِجْمَاعِ. (التفسیر المظہری ج 1ص 300)

اعتراض:

محمد رئیس ندوی لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمام مجتہدین کسی مسئلہ پر متفق ہوں لیکن ایک مجتہد کی رائے کچھ اور ہو تو اجماع منعقد ہی نہیں ہوتا اور نہ یہ حجت شرعیہ ہے،یہ جمہور کا مذہب ہےاور مسئلہ طلاق میں تو حضرت ابن عباسؓ،طاؤس اور ابن تیمیہ،ابن قیم،داؤد ظاہری وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ تین طلاق ایک واقع ہوتی ہے۔تو پھر یہ اجماع کیسے ہوا اور کیونکر حجت ہوا؟
(تنویر الآفاق ص 297تا 215 ملخصاً)

جواب:

اولاً ....تین طلاق کے تین ہونے پر اجماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا،اس وقت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص بھی اس کا مخالف نہیں تھا۔لہذا یہ حجت ہوا۔

ثانیاً.......:اجماع کی تعریف یہ ہے :

(1) اتفاق المجتھدین من امۃ محمدیۃ علیہ السلام فی عصر علیٰ حکم شرعی۔(توضیح تلویح: ج 2 ص 522)

(2) اتفاق المجتھدین من امۃ محمد صلی اللہ علیہ و سلم فی عصر علی امر دینی۔(مجموعۃ قواعد الفقہ ص 160 لمحمد عمیم الاحسان)

تقریباً یہی تعریف ہر کتاب میں ملتی ہے۔ اجماع کی اس تعریف میں حضرات صحابہ کرام کے اجماع سے لے کر ساتویں صدی تک کے اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع شامل ہے ۔علامہ ابن تیمیہ،ابن القیم جیسے افراد کی رائے شاذ ہے،اجماع میں مخل نہیں۔

ثالثاً.......:جن شخصیات کا نام اعتراض میں درج ہے ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے کہ تین طلاقیں تین ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق:ج 6 ص 308رقم 11392)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عمل الراوی بخلاف روایتہ بعد الروایۃ مما ہو خلاف بیقین یسقط العمل بہ عندنا. (المنار مع شرحہ ص 190)

کہ راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس روایت سے عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔ لہذا یہ روایت منسوخ ہے۔

حضرت طاؤس کا قول حسین ابن علی الکرابیسی نے "ادب القضاۃ" میں نقل کیا ہے کہ وہ بھی تین طلاق کے تین ہونے کے قائل ہیں۔رہے ابن تیمیہ ،ابن قیم ،داؤد ظاہری تو اولاً وہ مجتہد نہیں تھے،پھر یہ ان کا تفرد تھا جس کا اس وقت کے علماء نے رد کردیا ہے۔لہذا ان کے اختلاف سے اجماع پر زد نہیں پڑتی۔

رابعاً.........:امت کے اکثر مجتہدین کسی بات پر متفق ہوجائیں تو اس پر بھی اجماع کا اطلاق کیاجاتاہے۔

قال العلامہ بدر الدین العینی: فمن هذا قال صاحب (الهداية) من أصحابنا وعلى ترك القراءة خلف الإمام إجماع الصحابة فسماه إجماعا باعتبار اتفاق الأكثر ومثل هذا يسمى إجماعا عندنا. (عمدۃ القاری ج 4ص 449 باب وجوب القراءۃ)

حضرات فقہا ء کرا م رحمہم اللہ

امت مسلمہ کے جید فقہا ء کرا م خصوصاً حضرات ائمہ ار بعہ رحمہم اللہ تعا لیٰ کے نزدیک بھی تین طلا قیں تین ہی شما ر ہو تی ہیں :

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (م 150ھ)

قال محمد بن الحسن الشیبانی: بھذا ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا لانہ طلقہا ثلاثاً جمیعاً فوقعن علیہا جمیعاً معاً. (مؤطا امام محمد:ص 263، سنن الطحاوی:ج 2ص 34، 35، شرح مسلم:ج 1 ص 478)

امام مالک بن انس المدنی (م 189ھ)

قال مالک بن انس: فان طلقہا فی کل طہر تطلیقۃ او طلقہا ثلاثاً مجتمعات فی طہر لم یمس فیہ فقد لزمہ.

(التمہید لابن عبد البر :ج 6ص 58،المدونۃ الکبریٰ:ج 2ص 3، شرح مسلم للنووی:ج 1ص 478)

امام محمد بن ادریس الشا فعی (م 204ھ)

قال الشافعی: وَالْقُرْآنُ یَدُلُّ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ـعَلٰی اَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَۃً لَّہٗ دَخَلَ بِھَا اَوْلَمْ یَدْخُلْ بِھَاثَلَاثًالَمْ تَحِلَّ لَہٗ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہٗ. (کتاب الام للامام محمد بن ادریس الشافعی: ج 2ص 1939)

امام احمد بن حنبل (م 241ھ)

قال احمد بن حنبل: ومن طلق ثلاثا فی لفظ واحد فقد جہل و حرمت علیہ زوجتہ ولا تحل لہ ابدا حتی تنکح زوجا غیرہ.

(کتا ب الصلوٰۃ: ص 47 طبع قاہرہ بحوالہ عمدۃ الاثاث: ص 30)

جمہور علماء تابعین و غیرہ

قال العلامۃ بدر الدین العینی: ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه ومالك وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيد وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثا وقعن• (عمدۃ القاری: ج 14 ص 236 باب من اجاز طلاق الثلاث)

غیر مقلدین کے دلائل کا جواب

<u>دلیل نمبر 1:</u>

عن ا بن طاوس عن أبيه عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم. (صحیح مسلم ج 1 ص

477،ص 478، مصنف عبد الرزاق ج 6ص 305)

و من طريق آخر ففيہ ابن جريج.

جواب نمبر 1:

امام نووی نے فرمایا ہے:

فالأصح أن معناه أنه كان في أول الأمر اذا قال لها أنت طالق أنت طالق أنت طالق ولم ينو تأكيدا ولا استئنافا يحكم بوقوع طلقة لقلة إرادتهم الاستئناف بذلك فحمل على الغالب الذي هو إرادة التأكيد فلما كان في زمن عمر رضي الله عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم إرادة الاستئناف بها حملت عند الاطلاق على الثلاث عملا بالغالب السابق إلى الفهم منها في ذلك العصر. (شرح مسلم للنووی: ج 1ص 478)

کہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہہ کر طلاق دیتا اور دوسری اور تیسری طلاق سے اس کی نیت تاکید کی ہوتی نہ استیناف کی، تو چونکہ لوگ استیناف کا ارادہ کم کرتے تھے اس لیے غالب عادت کا اعتبار کرتے ہوئے محض تاکید مراد لی جاتی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو اس دور کے عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا تھا۔

تنبیہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جب "انت طالق"کو تین بار کہے ۔اگر "انت طالق ثلاثاً"کہے تو پھر تین ہی واقع ہو جائیں گی۔

جواب نمبر 2:

اس حدیث میں طلاق کی تاریخ بیان کی جارہی ہے کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دیا کرتے تھے، خلافت فاروقی کے تیسرے سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کردی کہ ایک طلاق دینے کے بجائے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگےتو وہ تینوں طلاقیں نافذ کردی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس پر واضح قرینہ ہیں، آپ فرماتے ہیں:

إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة

کہ لوگوں کو جس کام میں سہولت تھی انہوں نے اس میں جلد بازی شروع کر دی ہے۔ اگر ابتداء سے تین طلاق کا رواج ہوتاتو پھر استعجال اور اناۃ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ لہذا اس حدیث میں "۔۔۔طلاق الثلاث واحدة" کا مطلب "تین طلاقوں کے بجائے ایک طلاق دینا" ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آ کر مسئلہ بدل گیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں لوگوں کی عادت بدل گئی تھی۔ اگر یہ مراد لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلے کو منسوخ فرما کر تین طلاقوں کو تین شمار کیا ہے تو یہ مطلب انتہائی غلط ہے، کیونکہ اگر یہی معاملہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر اجماع نہ فرماتے بلکہ اس فیصلہ کا انکار کرتے حالانکہ کسی سے بھی انکار منقول نہیں۔ یہی مطلب محدثین نے بیان کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المراد أن المعتاد في الزمن الأُوَل كان طلقة واحدة وصار الناس في زمن عمر يوقعون الثلاث دفعة فنفذه عمر فعلى هذا يكون اخبارا عن اختلاف عادة الناس لا عن تغير حكم في مسألة واحدة قال المازري وقد زعم من لا خبرة له بالحقائق أن ذلك كان ثم نسخ قال وهذا غلط فاحش لأن عمر رضي الله عنه لا ينسخ ولو نسخ وحاشاه لبادرت الصحابة إلى انكاره

(شرح مسلم للنووی: ج 2ص 478)

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کےزمانے میں لوگ تینوں طلاقیں بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں نافذ فرما دیا۔ اس طرح یہ حدیث لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی خبر ہے نہ کہ مسئلہ کے حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے۔ امام مازری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حقائق سے بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ

”تین طلاقیں پہلے ایک تھیں، پھر منسوخ ہو گئیں“ یہ کہنا بڑی فحش غلطی ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، -حاشا-اگر آپ منسوخ کرتے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے انکار کے در پے ضرور ہو جاتے۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

ای کان الناس یطلقون واحدۃ بدل الثلاث و یکتفون بواحدۃ للتطلیق، وکانوا لا یطلقون ثلاثاً خلاف السنۃ، وہم کانوا علی ذلک الیٰ خلافۃ عمر حتیٰ صاروا فی عہدہ یطلقون ثلاثاً دفعۃ خلاف السنۃ، فامضاہ عمر علیہم و ہذا احد معنی الحدیث ذکرہ النووی فی شرح مسلم. (معارف السنن: ج 5 ص 471)

کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دینے پر اکتفاء کرتے تھے، تین طلاقیں جو کہ خلاف سنت ہیں نہیں دیتے تھے۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلتا رہا یہاں تک کہ لوگ خلافِ سنت تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ حدیث کا ایک یہی مطلب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

<u>فائدہ:</u>

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا یہ مطلب لینے پر(کہ لوگ تین طلاقوں کی بجائے ایک طلاق دیتے تھے) قرآن و حدیث سے دو نظیریں بھی پیش کی ہیں:

<u>نظیر نمبر 1:</u> اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا﴾ (سورۃ ص:5)

ترجمہ: (کافر یہ کہتے ہیں:) کیا اس (پیغمبر) نے سارے معبودوں کو ایک معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟

علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

فہم لم یریدوا بقولہم ہذا انہ صلی اللہ علیہ و سلم آمن بآلہۃ ثم جعلہم واحدا، و انما یریدون انہ جعل الہاً واحدا بدل آلہۃ. (معارف السنن: ج 5 ص 472)

ترجمہ: کفار کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم پہلے تمام آلہہ پر ایمان لائے پھر ان کو ایک کر دیا، بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے تمام آلہہ کو چھوڑ کر ایک کو اپنا لیا ہے۔

<u>نظیر نمبر 2:</u> آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے:

من جعل الهموم هما واحدا هم آخرته كفاه الله هم دنياه الخ (سنن ابن ماجۃ: باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ- عن عبد اللہ بن مسعود)

ترجمہ: جو شخص اپنی تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا لے اللہ تعالیٰ دنیوی پریشانیوں اور فکروں سے اس کی کفایت فرماتے ہیں الخ

علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

فلیس المراد اختیار الہموم ثم جعلہا واحدۃ، و انما المراد انہ اختار ہماً واحداً بدل ہموم کثیرۃ. (معارف السنن: ج 5 ص 472)

کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان پہلے تمام غموں کا روگ لگا لے پھر ان سب کو ایک غم میں تبدیل کر دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان غموں کے انبار کو چھوڑ کر ایک آخرت کی فکر کو اپنا لے۔

<u>جواب نمبر 3:</u>

امام احمد بن حنبل نے فر مایا: الحدیث اذا لم تجمع طر قہ لم تفہمہ والحدیث یفسر بعضہا بعضا.

(الجا مع لاخلاق الرا وی للخطیب: ص 370 رقم 1651)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سنن ابی داود میں ہے، جس میں راوی سے سوال کرنے والا شخص ایک ہی ہے یعنی ابو الصَّہباء، اور دونوں روایتوں کے الفاظ بھی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ روایت یہ ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَلَى كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- وَأَبِى بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ. (سنن ابی داؤد: ج 1 ص 317 باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث)

اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ (زاد المعاد لابن القیم: ج 4 ص 1019-فصل: فی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم فیمن طلق ثلاثا بکلمۃ واحدۃ، عمدۃ الاثاث: ص 94)

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی طاؤوس یمانی کی خود اپنی روایت میں بھی غیر مدخول بہا کی قید موجود ہے۔ علامہ علاء الدین الماردینی (م 745ھ) لکھتے ہیں:

ذكر ابن أبى شيبة بسند رجاله ثقات عن طاوس وعطاء وجابر بن زيد انهم قالوا إذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها فهي واحدة. (الجوہر النقی: ج 7ص 331)

ان دونوں روایات میں "قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا" (غیر مدخول بہا) کی تصریح ہے ۔ معلوم ہوا کہ حدیث صحیح مسلم مطلق نہیں بلکہ "غیر مدخول بہا" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ ایسی عورت کو خاوند الگ الگ الفاظ (أنت طالق أنت طالق أنت طالق) سے طلاق دے تو پہلی طلاق سے ہی وہ بائنہ ہو جائے گی اور دوسری تیسری طلاق لغو ہوجائے گی، اس لیے کہ وہ طلاق کا محل ہی نہیں رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے دور، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا یہی طریقہ رائج تھا اس لیے ان حضرات کے دور میں غیر مدخول بہا کو دی گئی ان تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں لوگ ایک ہی جملہ میں اکٹھی تین طلاقیں دینے لگے(یعنی انت طالق ثلاثا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین ہی شمار ہوں گی، کیونکہ غیر مدخول بہا کو ایک ہی لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

<u>جواب نمبر 4:</u>

اگر وہی مطلب لیا جائے جو غیر مقلدین لیتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے تو یہ مطلب لینا اس روایت ہی کو شاذ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جملہ شاگرد آپ سے تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں، صرف طاؤس ایسے ہیں جو مذکورہ روایت نقل کرتے ہیں۔

تصریحات محققین ملاحظہ ہوں:

(1): قال الامام احمد بن حنبل: كل أصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاوس.

(نیل الاوطار للشوکانی ج 6ص 245 باب ما جاء فی طلاق البتۃ)

(2): قال الامام محمد ابن رشد المالكی: بأن حديث ابن عباس الواقع في الصحيحين إنما رواه عنه من أصحابه طاوس ، وأن جلة أصحابه رووا عنه لزوم الثلاث منهم سعيد بن جبير ومجاهد وعطاء وعمرو بن دينار وجماعة غيرهم

(بدایۃ المجتہد ج 2ص 61 کتاب الطلاق، الباب الاول)

تنبیہ: حدیث ابن عباس صحیحین میں نہیں ،صرف صحیح مسلم میں ہے۔

(3): قال البیہقی: فَهَذِهِ رِوَايَةُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءِ بْنِ أَبِى رَبَاحٍ وَمُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَمَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَرُوِّينَاهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِى عَيَّاشٍ الأَنْصَارِىِّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَجَازَ الطَّلاَقَ الثَّلاَثَ وَأَمْضَاهُنَّ

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 7 ص 338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلاَثَ وَاحِدَةً)

چونکہ طاوس کی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کی روایت کے خلاف ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی صحیح میں نہیں لائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَتَرَكَهُ الْبُخَارِىُّ وَأَظُنُّهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج 7 ص 338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلاَثَ وَاحِدَةً)

الحاصل یہ روایت طاوس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف روایت کی ہے اور تمام شاگرد تین کا تین ہونا ہی نقل کرتے ہیں، اس لیے طاوس کی یہ روایت ان سب کے مقابلے میں شاذ، وہم، غلط اور ناقابلِ حجت ہے۔

جواب نمبر 5:

خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا فتوی اس روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تین طلاق کو تین ہی فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ أَنَّہٗ أَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ طَلَّقْتُ اِمرَأَتِیْ ثَلاَ ثًا فَقَالَ عَصَیْتَ رَبَّکَ وَحَرُمَتْ عَلَیْکَ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاًغَیْرَکَ.

(جامع المسانید ج 2ص 148، السنن الکبری للبیہقی: ج 7 ص 337 **واسنادہ صحیح**)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عمل الراوی بخلاف روایتہ بعد الروایۃ مما ہو خلاف بیقین یسقط العمل بہ عندنا۔

(المنار مع شرحہ ص 194، قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص 202)

کہ راوی کا روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف عمل کرنا اس روایت پر عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

لہذا اس اصول کی رو سے بھی مذکورہ روایت قابلِ عمل نہیں ہے۔

جواب نمبر 6:

اس روایت کی ایک سند میں ایک راوی"طاؤس یمانی" ہے۔ امام سفیان ثوری ، امام ابن قتیبہ،اور امام ذہبی نے اسے شیعہ قرار دیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج 5 ص 26،27، المعارف لابن قتیبہ ص 267،268)

دوسرا راوی "ابن جریج" ہے۔ یہ شیعہ ہے اور اس پر متعہ باز ہونے کی جرح بھی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج 1ص 128، سیر اعلام النبلاءج 5ص 497،میزان الاعتدال للذہبی ج 2ص 509)

مذکورہ دونوں راویوں کو کتب شیعہ میں بھی شیعہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ " طاؤس " کو رجال کشی لابی جعفر طوسی ص 55، ص 101، رجال طوسی لابی جعفر طوسی ص 94 میں اور "ابن جریج"کو رجال کشی ص 280، رجال طوسی ص 233 اور اصحاب صادق رقم 162 میں شیعہ کہا گیا ہے۔

اصول حدیث کا قاعدہ ہے جسے حافظ ابن حجر عسقلانی یوں بیان کرتے ہیں:

الا ان روی ما یقوی بدعتہ فیرد علی المختار.

(شرح نخبۃ الفکر مع شرح ملا علی القاری ص 159، مقدمہ فی اصول الحدیث لعبد الحق الدہلوی ص 67)

کہ بدعتی راوی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تائید کرتی ہو تو نا قابل قبول ہوتی ہے۔

جواب نمبر 7:

خود غیر مقلدین کے فتاوی میں ہے :" یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی و تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہرہ کتاب و سنت صحیحہ و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا حجت نہیں" (فتاوی ثنائیہ ج 2 ص 219)

جواب نمبر 8:

صحیح مسلم میں روایت موجود ہے :

قال عطاء قدم جابر بن عبد الله معتمرا فجئناه في منزله فسأله القوم عن أشياء ثم ذكروا المتعة فقال نعم استمتعنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر. و فی روایۃ اخری: حتی نہی عنه عمر ۔

(صحيح مسلم ج 1ص 451 باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ ثم أبيح ثم نسخ واستقر تحريمه إلى يوم القيامة)

پس جو جواب اس جابر رضی اللہ عنہ کی متعۃ النساء کے جواز و عدم کا جواب ہے وہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اگر اس کو بھی جائز مانتے ہو تو کیا متعۃ النساء کو بھی جائز مانو گے؟!

جواب نمبر 9:

غیر مقلدین کا موقف ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک کہنے کا ہے لیکن صحیح مسلم کی اس روایت میں کہیں بھی "ایک مجلس" کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا یہ غیر مقلدین کی دلیل بن ہی نہیں سکتی ۔

دلیل نمبر 2:

أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِى بَعْضُ بَنِى أَبِى رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ عَبْدُ يَزِيدَ - أَبُو رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ - أُمَّ رُكَانَةَ وَنَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مُزَيْنَةَ فَجَاءَتِ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَتْ مَا يُغْنِى عَنِّى إِلاَّ كَمَا تُغْنِى هَذِهِ الشَّعْرَةُ. لِشَعْرَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ رَأْسِهَا فَفَرِّقْ بَيْنِى وَبَيْنَهُ فَأَخَذَتِ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم- حَمِيَّةٌ فَدَعَا بِرُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ ثُمَّ قَالَ لِجُلَسَائِهِ « أَتَرَوْنَ فُلاَنًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا مِنْ عَبْدِ يَزِيدَ وَفُلاَنًا يُشْبِهُ مِنْهُ - كَذَا وَكَذَا ». قَالُوا نَعَمْ. قَالَ النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم- لِعَبْدِ يَزِيدَ « طَلِّقْهَا ». فَفَعَلَ ثُمَّ قَالَ «رَاجِعِ امْرَأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ ». فَقَالَ إِنِّى طَلَّقْتُهَا ثَلاَثًا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا ». وَتَلاَ (يَا أَيُّهَا النَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ).

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 316، 317 باب نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلاَثِ)

جواب:

اولاً ...... اس کی سند میں "بَعْضُ بَنِى أَبِى رَافِعٍ" ہے جو کہ مجہول ہے، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

(1) قال النووی: وأما الرواية التي رواها المخالفون أن ركانه طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين.

(شرح صحیح مسلم: ج 1ص 478)

(2) قال ابن حزم: ما نعلم لہم شیئا احتجوا بہ غیر ہذا و ہذا لا یصح لانہ عن غیر مسمی من بنی ابی رافع و لا حجۃ فی مجہول.

(المحلی لابن حزم ج 9ص 391)

ثانیاً ...... حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں بجائے "تین طلاق" کے "طلاق بتہ" (تعلق ختم کرنے والی) کا لفظ ہے، یعنی انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ چنانچہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ حضرت رکانہ کی اس روایت کوجس میں "بتہ" کا لفظ ہے، نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا لأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 317)

کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت (جس میں "بتہ" کا لفظ ہے) ابن جریج کی روایت سے زیادہ صحیح ہےجس میں آتا ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں، کیونکہ "بتہ" والی حدیث ان کے گھر والے بیان کرتے ہیں اور وہ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

• أثبت ما روي في قصة ركانة أنه طلقها البتة لا ثلاثا

(نیل الاوطار: ج 6 ص 245 باب ما جاء فی طلاق البتۃ وجمع الثلاث واختیار تفریقہا)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتہ" دی تھی نہ کہ "تین طلاق" اور طلاق بتہ سے بھی صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ چونکہ طلاق بتہ میں ایک طلاق کی نیت کرنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی ان کی اس نیت کی تصدیق فرمائی اور انہیں دوبارہ اس خاتون سے رجوع کی اجازت دے دی۔

الغرض فریق مخالف کی پیش کردہ روایت سخت ضعیف اور حد درجہ کمزور ہے۔ مزید یہ کہ اس سے تو تین طلاقوں کا ثبوت بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ تین کو ایک قرار دے کر پھر خاوند کو رجوع کا حق دیا جائے۔ لہذا صحیح، صریح روایات اور اجماع امت کے مقابلہ میں ایسی روایت پیش کرنا غلط، باطل اور انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

دلیل نمبر 3:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا قَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا قَالَ فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ قَالَ فَرَجَعَهَا فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَى أَنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ. (مسند احمد ج 1ص 347رقم 2391)

جواب:

یہ روایت بھی قابل احتجاج نہیں۔

اولاً...... اس کی سند میں ایک راوی "محمد بن اسحاق" ہے جس پر ائمہ محدثین ووغیرہ نے سخت جرح کر رکھی ہے۔

(1) امام نسائی: لیس بالقوي.(الضعفاء و المتروکین للنسائی: ص 201رقم الترجمۃ 513)
(2) امام دارقطنی:لا یحتج به.
(3) امام سلیمان التیمی: کذاب.
(4) امام ہشام بن عروۃ:کذاب.
(5) امام یحییٰ القطان: أشهد أن محمد بن إسحاق کذاب.
(6) امام مالك: دجال من الدجاجلة. (میزان الاعتدال: ج 4 ص 47، 48)
وقال ایضاً: محمد بن إسحاق کذاب. (تاریخ بغداد: ج 1 ص 174)
(7) خطیب ابو بکر بغدادی: أما کلام مالك في بن إسحاق فمشهور غیر خاف علی أحد من أهل العلم بالحدیث.
(تاریخ بغداد: ج 1 ص 174)
(8) علامہ شمس الدین ذہبی: أنه لیس بحجة في الحلال والحرام. (تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 130)
(9) حافظ ابن حجر عسقلانی: وابن إسحاق لا یحتج بما ینفرد به من الأحکام فضلا عما إذا خالفه من هو أثبت منه.
(الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ لابن حجر العسقلانی: ج 1 ص 265 باب الاحرام)

* نواب صدیق حسن خان غیر مقلد ایک سند کے بارے میں کہ جس میں محمد بن اسحاق واقع ہے، لکھتے ہیں:

در سندش ہمان محمد بن اسحاق است، و محمد بن اسحاق حجت نیست۔ (دلیل الطالب: ص 239)

محمد بن اسحاق کا ضعیف، متکلم فیہ اور کذاب ہونا تو اپنی جگہ، مزید براں کہ اسے خطیب بغدادی، امام ذہبی اور امام ابن حجر رحمہم اللہ نے شیعہ بھی قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد ج 1ص 174، سیر اعلام النبلاء: ج 7ص 23 ، تقریب : ص 498رقم 5725)

کتب شیعہ میں بھی اس کو شیعہ کہا گیا ہے۔(رجال کشی : ص 280،رجال طوسی ص 281)

اوراصول حدیث کا قاعدہ ہے : ان روی ما یقوی بدعتہ فیرد علی المختار. (شرح نخبۃ الفکر مع شرح ملا علی القاری ص 159)

کہ بدعتی راوی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تائید کرتی ہو تو نا قابل قبول ہوتی ہے۔ چونکہ شیعہ حضرات کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہوتی ہے (جیسا کہ باحوالہ گزرا) اور یہ روایت ان کے اس عمل کی تائید کرتی ہے۔ لہذا اصول مذکور کے تحت یہ روایت ناقالِ قبول ہو گی۔

ثانیاً...... اس کی سند میں ایک دوسرا راوی "داؤد بن حصین" ہے۔ یہ بھی سخت مجروح اور متکلم فیہ راوی ہے۔

(1) امام ابو زرعہ: لین.
(2) امام سفیان ابن عیینہ: کنا نتقی حدیثه.
(3) محدث عباس الدوري: کان داود بن الحصین عندي ضعیفا. (میزان الاعتدال: ج 2 ص 7)
(4) امام ابو حاتم ا لرازی: لیس بالقوي.
(5) امام ساجی: منکر الحدیث.
(6) امام جوزجانی: لا یحمد الناس حدیثه. (تہذیب التہذیب: ج 2 ص 349، 350)
(7، 8) امام ابو داؤد و امام علی بن المدینی: أحادیثه عن عکرمة مناکیر. (میزان الاعتدال: ج 2 ص 7)

اور زیر بحث روایت بھی عکرمہ ہی سے مروی ہے۔

اس روایت میں تنہا محمد بن اسحاق ہوتا تو اس کے ضعیف اور ناقابلِ احتجاج ہونے کے لیے

کافی تھا لیکن داؤد بن حصین نے اس کے ضعف کو مزید بڑھا کر اسے ناقابلِ حجت بنا دیا ہے۔
اصل بات یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتہ" دی تھی نہ کہ تین ثالثاً......
طلاق اور نیت بھی صرف ایک طلاق کی تھی، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے رجوع کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:
وأن حديث ابن إسحاق وهم وإنما روى الثقات أنه طلق ركانة زوجه البتة لا ثلاثا. (بدایۃ المجتهد: ج 2 ص 61)
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
أن أبا داود رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوي
(فتح الباری: ج 9 ص 450 باب من جوز الطلاق الثلاث)
الحاصل فریق مخالف کی یہ روایت ضعیف و کذاب راویوں سے مروی ہے جو کہ صحیح، صریح روایات اور اجماعِ امت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے ایک شبہہ کا جائزہ

شبہہ:

بعض غیر مقلد یہ کہا کرتے ہیں (ملاحظہ وہ فتاویٰ ثنائیہ ج 2 ص 54 وغیرہ) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس فیصلے پر نادم تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ حکم شرعی بھی نہ تھا اور صحیح بھی نہ تھا ورنہ ندامت کا کیا مطلب؟! یہ حضرات ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں:

قال الحافظ أبو بكر الاسماعيلي في مسند عمر : أخبرنا أبو يعلى : حدثنا صالح بن مالك : حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال : قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه : ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث : أن لا أكون حرمت الطلاق
(اغاثۃ اللهفان)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کسی چیز پر ایسی ندامت نہیں ہوئی جتنی تین چیزوں پر ہوئی ہے (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) میں طلاق کو حرام قرار نہ دیتا الخ

جواب:

اولاً...... اس روایت میں دوراوی سخت مجروح ہیں:

1: خالد بن یزید بن ابی مالک

جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے۔
لیس بشئ. [محض ہیچ ہے] امام احمد بن حنبل و امام یحییٰ: (2 ،1)
لیس بثقة. [وہ ثقہ نہیں ہے] امام نسائی: (3)
ضعیف. [وہ ضعیف ہے] امام دارقطنی: (4)
كان يخطئ كثيرا وفي حديثه مناكير لا يعجبني الاحتجاج به إذا انفرد عن أبيه. امام ابن حبان: (5)
[کثرت سے خطا کر جاتا تھا اور اس کی حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہوتی تھی۔ مجھے پسند نہیں کہ جب وہ اکیلا اپنے باپ سے روایت کرے تو میں اس کی روایت کو دلیل بناؤں]

امام جرح و تعدیل امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: (6)
لم يرض أن يكذب على أبيه حتى كذب على أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. [یہ صرف اسی بات پرراضی نہ ہوا کہ اپنے باپ ہی پر جھوٹ بولے حتیٰ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی کذب بیانی شروع کر دی]
ضعیف، متروک الحدیث [یہ ضعیف اور متروک الحدیث تھا] امام ابو داؤد: (7)
ان تینوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ابن الجارود ، امام ساجی ، امام عقیلی: (10 -8)
تہذیب التہذیب لابن حجر ج 2 ص 301، 302، میزان الاعتدال للذہبی: ج 1 ص 594، الضعفاء و المتروکین لابن الجوزی ج 1 ص 251 رقم 1096)

2: یزید بن ابی مالک:

یہ لین الحدیث اور مدلس تھا، وہم کا شکار بھی تھا اور ان لوگوں سے روایت کرتاتھا جن سے ملاقات بھی ثابت نہیں۔
کتاب المعرفۃ للفسوی ج 1 ص 354، میزان الاعتدال للذہبی ج 4 ص 401، المغنی فی الضعفاء ج 2 ص 543،)
(التقریب لابن حجر: ص 639 رقم 7748

زیر نظر روایت میں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے۔ اس کی پیدائش 60ھ ہےاور حضرت عمر رضی اللہ عنہ 24ھ میں شہید ہوئے۔ گویا اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔

ثانیاً...... زیرِ نظر منقطع روایت لین الحدیث، مجروح، ضعیف اور متروک الحدیث راویوں سے مروی ہونے کے ساتھ ساتھ مجمل بھی ہے، طلاق کی کسی قسم (ایک یا تین) کی تفصیل نہیں۔ لہذا اس سے استدلال باطل ہے۔